گلی محلّے کے کچھ کھیل

نہرو بال پستکالیہ

۲۱۰ ے

مصنف: ملک راج آنند
مترجم: اوما گپتا
مصور: بدری نرائن
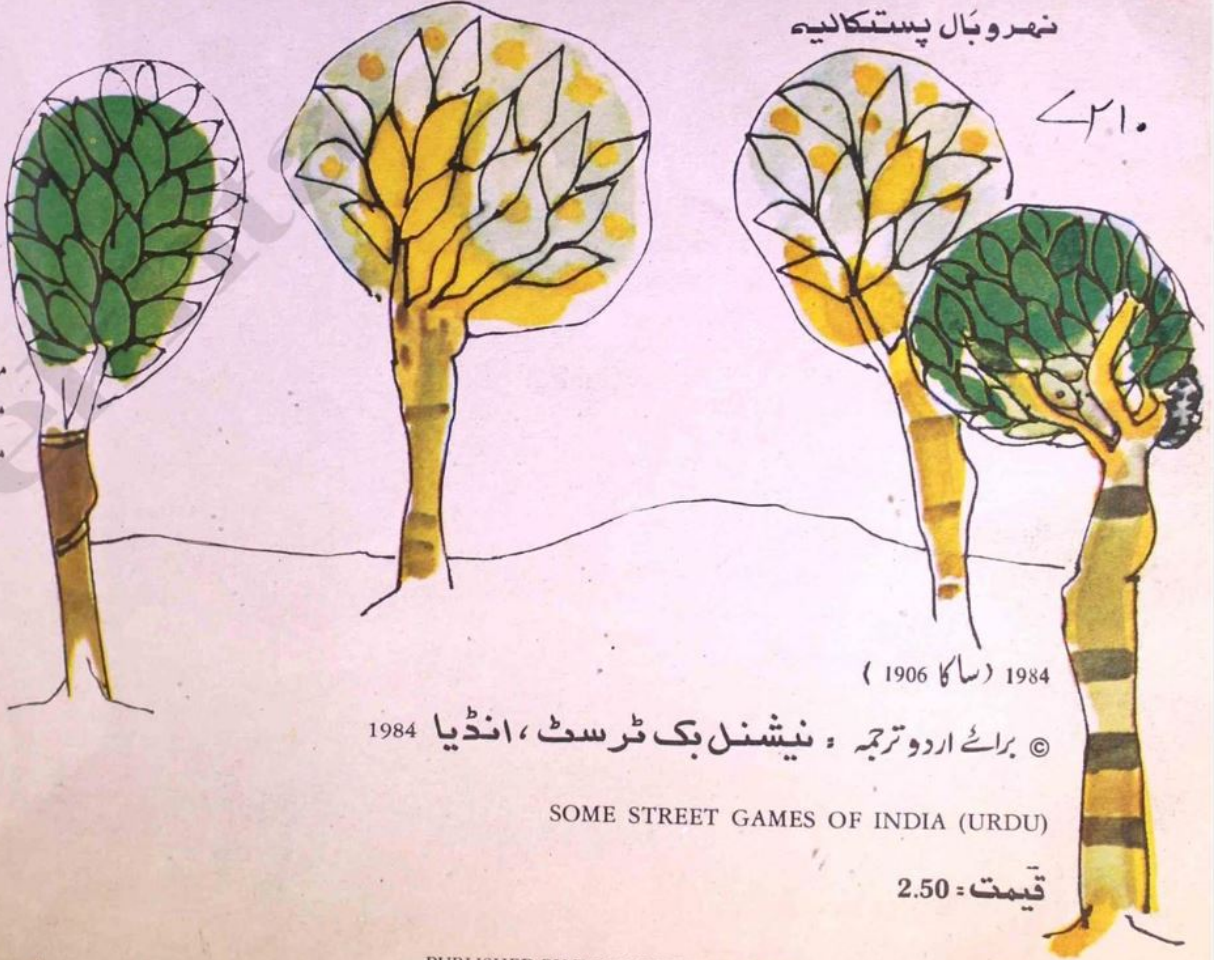
1984 (ساکا 1906) 1984

SOME STREET GAMES OF INDIA (URDU)

قیمت: 2.50

PUBLISHED BY THE DIRECTOR, NATIONAL BOOK TRUST, INDIA,
A-5, GREEN PARK

گلی محلّے کے کچھ کھیل
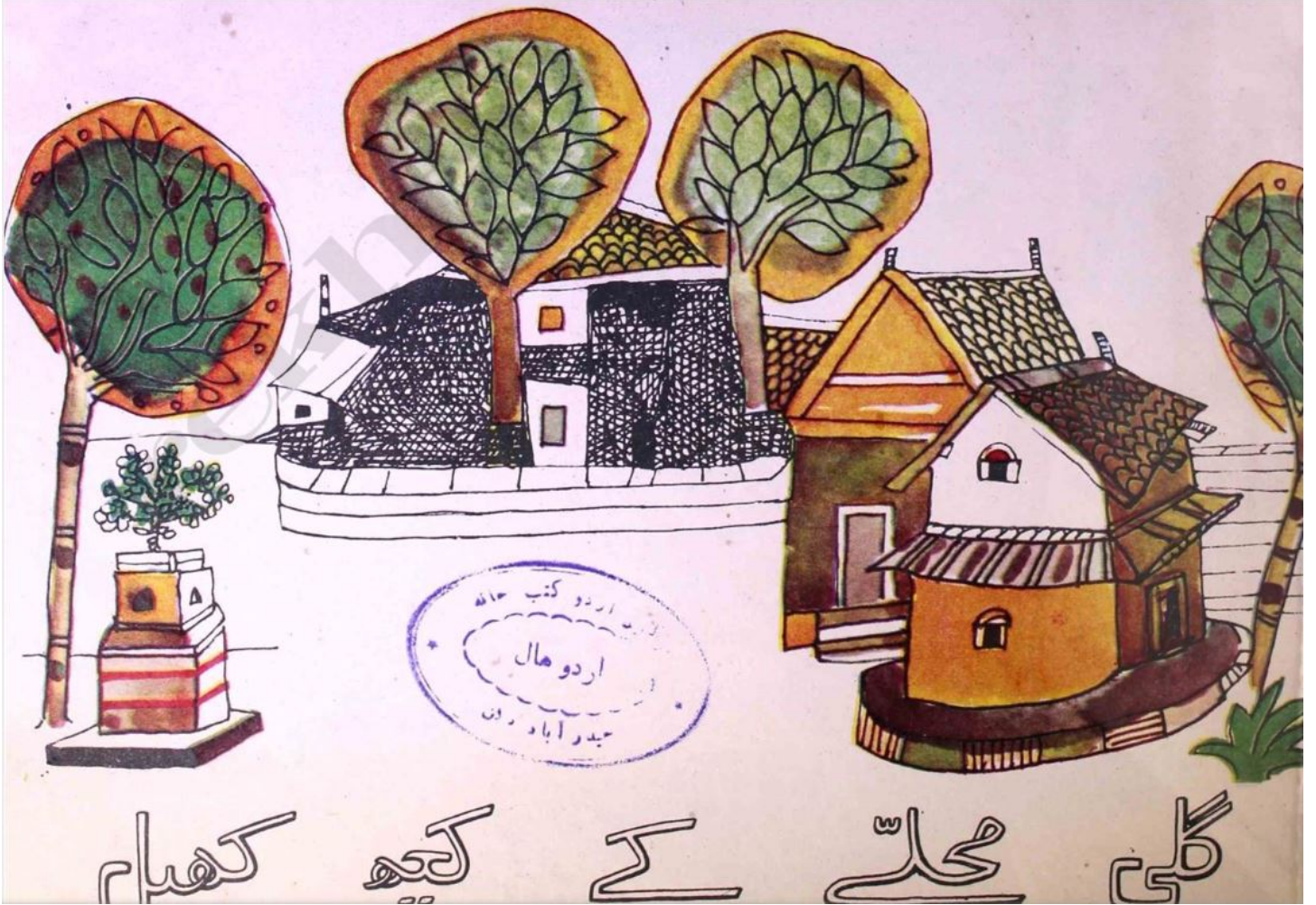
میں
جب بھی گزرتا ہوں
اپنے گاؤں کی گلیوں سے
قصبوں کے چھوٹے بازاروں سے
بڑے شہروں کی پچھلی سڑکوں سے
ایک ہنسی گونجتی ہے،
بات چیت سنائی دیتی ہے۔
ہارنے اور جیتنے کی بات منہ پر ہوتی ہے۔

جانتا ہوں میں،
کھیلنے جا رہے ہیں وہ اور وہ
پرانے، اور پرانے سڑک کے کھیل
اور یاد آتا ہے بچپن۔
کوشش کی ہے میں نے بچو،
انہی گلی محلوں کے کھیلوں کو
تمہیں دکھانے کی۔

ملک راج آنند

الٹ بازی/قلابازی

میری زندگی کا پہلا کھیل تھا قلابازی۔
میرے والد نے یہ کھیل مجھے سکھایا تھا۔ میری پہلی قلابازی تھی
بستر پر کہ میں اپنی گردن وردن نہ توڑلوں اس شروعات نے مجھے سکھایا کہ
سیدھے زمین پر بھی میں قلابازی لگا سکتا ہوں۔ پھر میں نے مقابلوں میں
حصّہ لیا۔
جو ایک کے بعد ایک، ایک کے بعد ایک قلابازی جلدی سے
جلدی کر سکتا تھا وہی جیتتا تھا۔
ایک پکنک پارٹی میں اپنی سیکھ کی بدولت پانچ سے سات سال
کے بچوّں کے درمیان میں اوّل نمبر پر آیا۔
ہلکا پھلکا ہونے کی وجہ سے میں قلابازی آسانی سے لگا سکتا تھا۔
سچ یہ ہے کہ بہتر قلابازی وہی لگا سکتا ہے جو کم کھاتا ہے۔

کنچے (گولیاں)
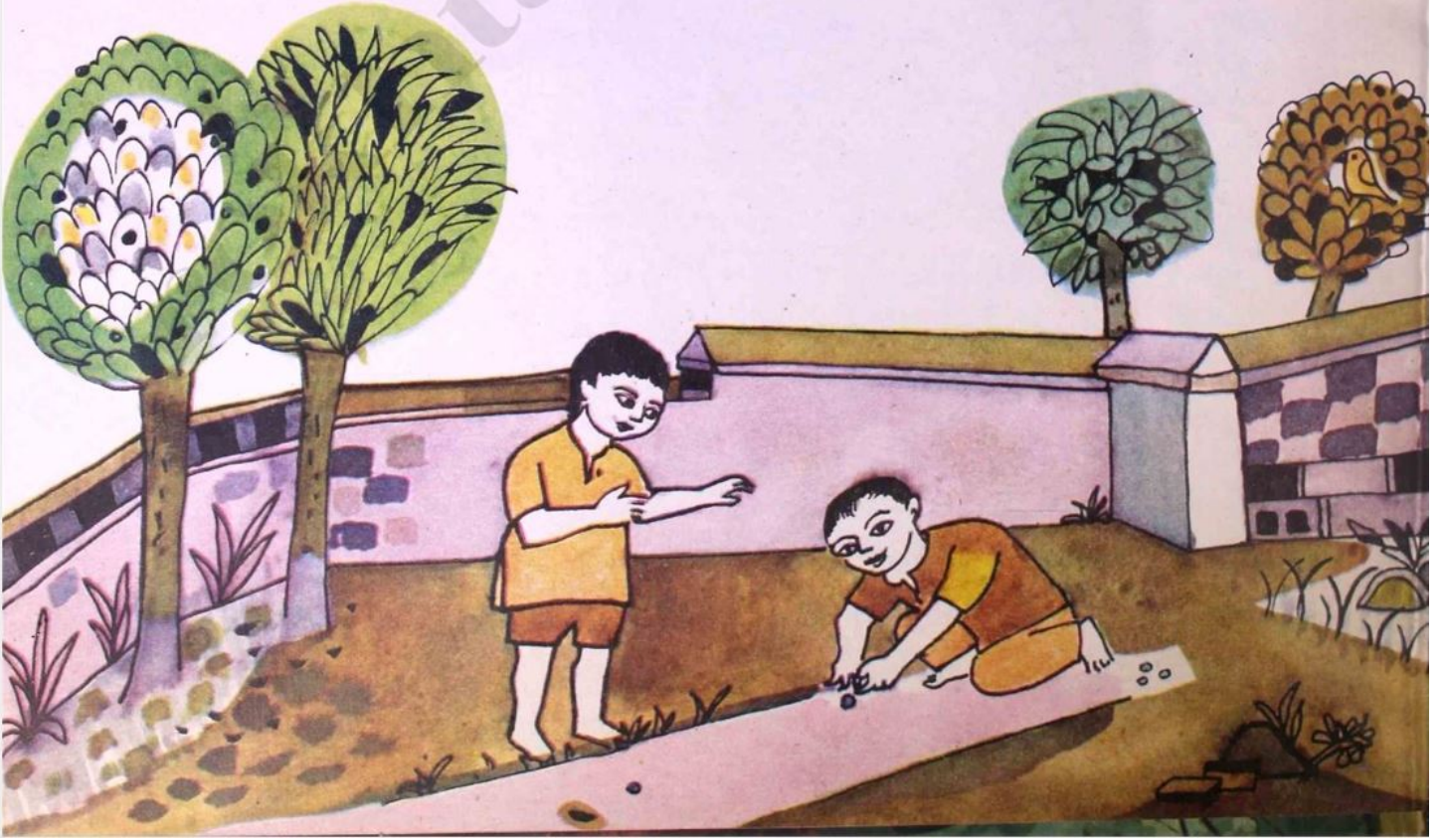
محلّے کا دوسرا کھیل، جو مجھے اچھی طرح یاد ہے وہ تھا گولی یعنی کنچے کا کھیل۔
ہم لوگ سوڈے کی بوتل کو کھولتے تھے جن کے منہ پر کنچا لگا رہتا تھا۔
ہم ایسے رنگ برنگے کنچے قریب کی دکان سے بھی خریدتے تھے۔
مجھے یاد آتا ہے کہ میرے بڑے بھائی کو ابّاجی نے پیٹا تھا کہ وہ کنچے بازی میں ضرورت سے زیادہ وقت برباد کرتے تھے۔ اسی وجہ سے یہ کھیل ہمارے لیے منع تھا لیکن دوسروں کو کنچا کھیلتے ہوئے دیکھ کر، ان کے ساتھ کھیلنے کو طبیعت چاہتی تھی۔
ہر کھلاڑی کے پاس کنچا ہوتا تھا۔ سیدھی زمین پر اپنی ایڑی سے ایک پِچّی بنائی جاتی تھی۔ اس پِچّی سے دو گز کے فاصلے پر کھلاڑی آجاتے تھے، پھر وہ نیچے جھکتے اور کنچے کو اس پِچّی میں پہنچانے کی کوشش کرتے تھے۔ کنچا الٹے ہاتھ کی بڑی انگلی کے زور سے پھینکا جاتا تھا۔ سیدھے ہاتھ کی بڑی انگلی کے زور سے جو کمان کی طرح تنی ہوتی تھی، کنچے کو مارا جاتا تھا۔ جب کنچا پھینکا جاتا تھا تو اکثر وہ سامنے کی پِچّی سے اوپر بھی چلا جاتا تھا۔ پھر دوسرا لڑکا اس کنچے پر اپنا کنچا پھینکتا تھا۔ آہستہ سے آگے جاتا ہوا کنچا سامنے کی گولی کو مارتا تھا۔ کنچا آہستہ آہستہ اگلے کنچے کو دھکیلتا ہوا آگے بڑھتا تھا اور پِچّی تک پہنچتا تھا۔ جیسے ہی ایک کی گولی پر دوسری گولی جاکر گول کر دیتی تھی، 'آہا گولی ماری!' کا ایک شور مچ جاتا تھا۔

پھر ہارا ہوا لڑکا انتظار کرتا تھا کہ دوسرے کی گولی کو نشانہ بنائے۔ جو بھی سب سے پہلے گچّی تک کنچے پہنچا دیتا تھا، اسی کی جیت ہوتی تھی۔ اس کھیل میں ساری صبح یا دوپہر گزر جاتی تھی۔ کھیل ختم ہونے پر ایک خطرہ پیدا ہو جاتا ہے کہ چھوٹے بچوں کے تمام کنچے بڑے بچّے چھین لیتے ہیں کیوں کہ بڑے لڑکے چھوٹے لڑکوں سے جیت ہی جاتے ہیں۔

کنچے کھیلنے کے لیے ماہر انگلیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میرے ہاتھ اور انگلیاں اتنی موٹی تھیں کہ یہ کھیل حقیقت میں میرے بس کا نہیں تھا۔ ہاں ایک دوبار میں چار پانچ کنچے جیت بھی گیا تو چھوٹے نے میرے کنچے چھین لیے۔ میں کنچے بچانے کی کوشش کرتا لیکن میں بہت چھوٹا تھا۔ اس لیے ماں سے کہتا تھا کہ مجھے اور کنچے خرید دو۔

اکڑی دکڑی

اگلا کھیل جو میں نے سیکھا وہ اکڑی - دکڑی تھا جو ٹھیّی سے کھیلا جاتا تھا۔ مٹی کے برتن کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ڈیڑھ انچ کے قریب بڑا اور اس سے چھوٹے گول چپٹے پتھر کو بھی لے لیتے تھے۔

تین گز لمبا اور دو گز چوڑا خانہ بنالیا جاتا تھا۔ اس کے بیچ ایک ایک فٹ کے چوکور خانے بنائے جاتے تھے: انہیں کے بیچ چار فٹ کی دوری پر تین تکونوں سے بانٹ کر ایک ضرب (×) کا نشان بنا دیا جاتا تھا۔ اِن تکونوں کے بیچ تین لمبی، ایک دوسرے کے برابر متوازی لکیریں ہوتی تھیں۔

ایک پیر پر کھڑے ہوکر پنجوں کے بل پر لنگڑی چال سے کودتے ہوئے آگے بڑھتے تھے۔ ٹھیّی کو پہلے ایک کے بعد ایک تین گھروں سے آگے بڑھاکر دھکیلا جاتا تھا اور پھر تین تکونوں کے بیچ اور آخر میں تکونوں کے بعد تین گھروں میں آگے بڑھا دیا جاتا تھا۔ یہ ضروری ہے کہ ٹھیّی سارے گھروں کو ٹھیک سے پار کرتی جائے۔

جو بھی ٹھیّی ان گھروں کو سب سے پہلے پار کرتی ہوئی دوسری طرف چلی جاتی ہے، وہی جیت جاتی ہے۔ نشانی کے طور پر یہ گھر ہیں۔ تین دنیاؤں کے نقشے چار سمندر اور تین جنتیں۔

آنکھ مچولی
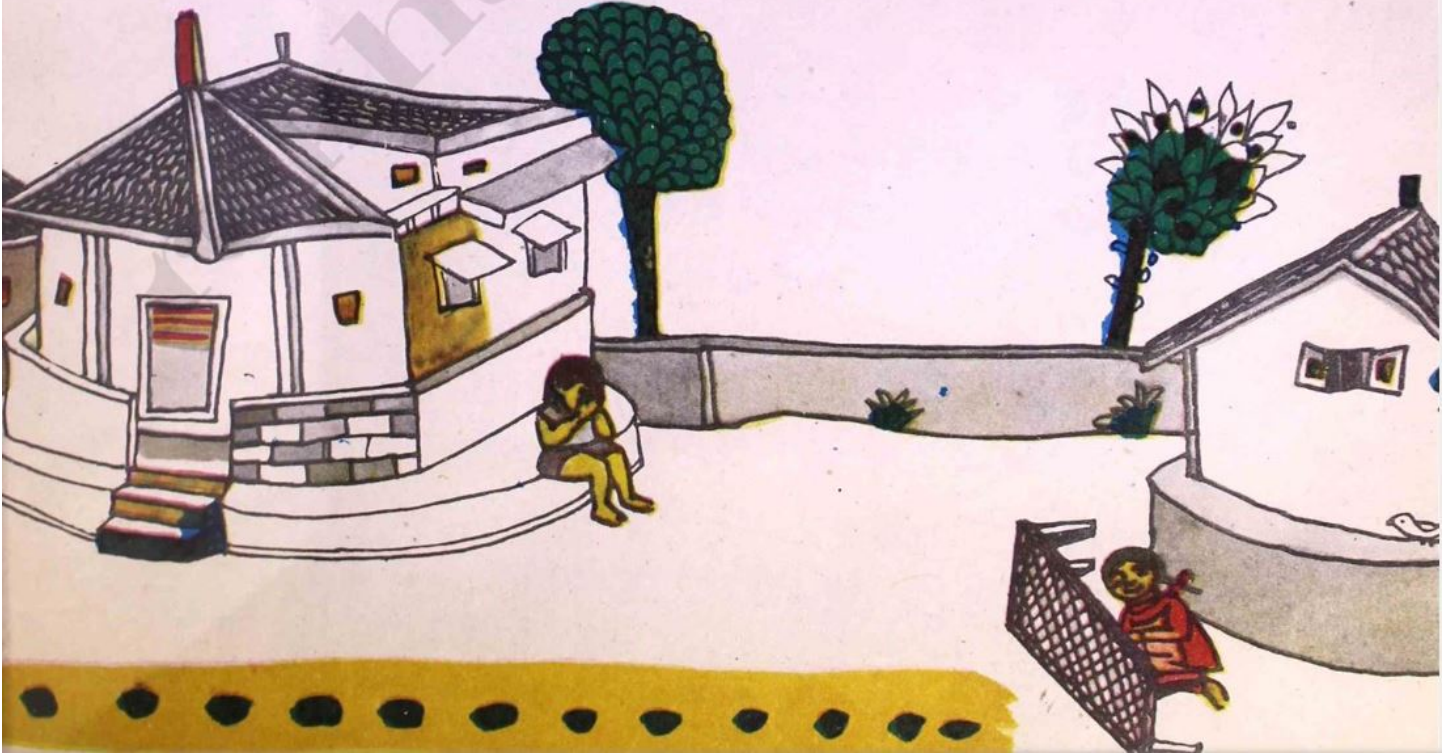
آنکھ مچولی کا کھیل مجھے سب سے زیادہ اچھا لگتا تھا یعنی آنکھیں بند کرکے کھیل کھیلنا۔

میں جب تین برس کا تھا تب میری چچازاد بہن نے مجھے یہ کھیل سکھایا تھا۔ اس نے مجھے ہتھیلی سے آنکھیں بند کرنے کے لیے کہا اور کہیں جاکر چھپ گئی۔ پھر اس نے مجھے آواز دی کہ آکر مجھے ڈھونڈھو۔

میں نے اسے دھوکا دیا تھا۔ یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کہاں چھپی ہے۔ میں ادھر ادھر برآمدے اور کمروں میں دوڑتا رہا کیوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ اسے میرے دھوکے کا پتہ لگے۔ جب وہ چارپائی کے نیچے سے جھانکتی ہوئی دکھائی دی تب میں نے اسے پکڑ لیا اور بہت زور سے ہنس پڑا جیسے میں نے واقعی ہر جگہ تلاش کرنے کے بعد ہی اسے پکڑا ہے۔

جیسے جیسے میں بڑا ہوتا گیا، مجھے لگا کہ اس کھیل میں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ کیوں کہ میں کئی لڑکوں کے ساتھ کھیلنے لگا تھا۔ چھپنے والے اتنے ہوشیار ہوتے تھے کہ آنکھ مچونا (آنکھ بند کرنے والا) ان کی آواز سن کر بھی، ان کے آس پاس گھومتے ہوئے بھی انہیں چھو نہیں پاتا تھا۔ جو ہم لوگوں کے درمیان جج

بنتا تھا۔ وہ آنکھ مچونا کی آنکھیں اپنی ہتھیلی سے تب تک بند رکھتا تھا جب تک چھپنے والے چھپ نہ جائیں۔ اسے کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ اس کھیل میں جو سب سے چھوٹا ہوتا تھا، اسے ہی اپنے سے بڑوں کو پکڑنے کے لیے چنا جاتا تھا۔

اکثر ایسا بھی ہوتا تھا کہ بڑے لڑکے جب اپنے سے چھوٹے کے ساتھ کھیلنا نہیں چاہتے تھے تو اس کھیل کا بہانا کرکے بہت دور بھاگ جاتے تھے تاکہ چھوٹا انہیں پکڑ نہیں پائے۔ وہ اس کی آنکھیں بند کردیتے تھے اور دوسرا کھیل کھیلنے چلے جاتے تھے اکثر میرے ساتھ ایسا ہوا ہے اور میں اکیلا رہ جانے پر رونے لگتا تھا۔ لیکن اس کھیل کی چالبازی کو سمجھ کر میں اس قابل ہوگیا تھا کہ گاؤں کی چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ اچھی طرح کھیل لیتا تھا۔ مجھے یہ بھی معلوم ہوا کہ کرشن کنہیّا اور رادھا آنکھ مچولی گوالنوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ بڑا ہونے کے بعد بھی میں یہ کھیل بہت شوق کے ساتھ کھیلتا رہا ہوں۔

تیر کمان

ہمارا ایک بہت پرانا کھیل ہے۔ تیرکمان یہ بانس کی قمچیوں کو توڑ کر انہیں دھاگے سے کمان کی طرف باندھ کر بنایا جاتا ہے۔
کسی دیوار یا کسی پہاڑی کو نشانہ بنایا جاتا ہے اور بچے اس نشانے پر تیر پھینکنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور جیسے جیسے بچے بڑے ہوتے جاتے ہیں وہ تیرکمان کی نقلی لڑائی بھی لڑتے ہیں۔

لٹّو

میں جب دس سال کا تھا تب میں نے لٹّو پر ڈور باندھنا سیکھا۔ اس کھیل کو کھیلنے میں ہاتھ کی مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جیب میں پیسہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ لاکھ چڑھا ہوا رنگ برنگا لٹّو خریدا جاسکے جس کے بیچ و بیچ اس کے گھومنے کے لیے ایک کیل لگی ہوتی ہے۔

لٹو کے بیچ کیل پر سے ڈور لپیٹی جاتی ہے۔ پھر لٹّو کو گھما کر ڈور کھینچی جاتی ہے کہ وہ زمین پر گھومنے لگے۔ لٹّو گول گول گھومنے لگتا ہے۔ جس لڑکے کا لٹّو زیادہ دیر تک گھومتا ہے وہی جیتتا ہے۔

مجھے یاد آتا ہے کہ پہلا لٹّو خریدنے کے لیے جیب میں کتنے پیسے جمع کرنے پڑے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے جیسے ہی میں نے لٹّو گھمایا، اس کا خوبصورت مٹّی والا سر ٹوٹ گیا۔ پھر میں نے لکڑی کے لٹّو سے کھیلنا سیکھا اور اس طرح سے مٹّی کے لٹّو کو گھمانا بھی سیکھ گیا۔ لیکن پھر بھی میں مٹّی سے بنے بڑے لٹّو کو ٹھیک ڈھنگ سے گھمانا نہیں سیکھ سکا۔

مجھے وہ سب پیارے لگتے تھے جو لٹّو چلانے کے ماہر تھے اور جو اس لٹّو بازی میں داؤں لگاتے رہتے تھے۔

گلّی ڈنڈا

جیسے جیسے میں قد اور طاقت میں بڑا ہوتا گیا، میں نے ایک خطرناک کھیل گلّی ڈنڈا کھیلنا سیکھا۔ میرے بڑوں نے مجھے آگاہ کیا کہ بیس میں سے کم از کم ایک لڑکے کی آنکھ تیز گلّی لگنے کی وجہ سے جاتی ہی ہے اور کہا کہ اگر میں یہ کھیل کبھی کبھی کھیلوں گا تو خوب مرمت ہوگی۔ لیکن گلّی ڈنڈا کھیلے بغیر بچہ بڑا کیسے ہوسکتا ہے!

گلّی لکڑی سے بنتی ہے۔ اس کے دونوں طرف نوکیں بنی ہوتی ہیں۔ ڈنڈے کی لمبائی تقریباً ایک فٹ ہوتی ہے جو چھوٹی سی پتلی لکڑی سے بنا ہوتا ہے زمین میں قریب تین انچ لمبی اور دو انچ چوڑی گچّی کھودی جاتی ہے اور اس پر گلّی رکھ دی جاتی ہے۔ کھلاڑی اپنے ڈنڈے کے ایک سرے کو گلّی کے بیچوں بیچ رکھ کر اپنی پوری طاقت سے کھیلتا ہے۔

دوسرے لڑکے جو سامنے کھڑے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے سر کے اوپر سے جاتی ہوئی گلّی کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر سامنے کے بچّے گلّی کو لپک لیتے ہیں تو کھلاڑی آؤٹ ہو جاتا ہے۔ (یعنی اس کی باری ختم ہوجاتی ہے) اور پھر دوسرا لڑکا ڈنڈا ہاتھ میں لے لیتا ہے۔ لیکن اگر سامنے والا گلّی نہیں پکڑ پاتا تو کھلاڑی وہاں پہنچ

جاتا ہے جہاں گلّی جاکر گری ہے۔ گلّی کو وہ پھر ڈنڈے سے اچھالتا ہے اور اس کی کوشش ہوتی ہے کہ وہ اتنی دور جاکر گرے کہ سامنے والے اس کو پکڑ نہ پائیں۔
اس طرح کھلاڑی تب تک کھیلتا رہتا ہے جب تک کہ گلّی پکڑی نہ جائے یا پھر گلّی اوپر اچھل نہیں جاتی ہے اور وہ پھر دوبارا ڈنڈے سے اس پر چوٹ نہیں لگا دیتا۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ گلّی کی نوک ٹوٹ جاتی ہے اور وہ ٹھیک سے اچھل نہیں سکتی ہے۔
خیر میں نے کسی نہ کسی طرح ڈھنگ سے گلّی ڈنڈا کھیلنا سیکھ لیا۔ میں تیزی اور صفائی سے کھیلتا تھا۔ لیکن شروع میں گلّی کو اتنی طاقت سے نہیں اچھال پاتا تھا کہ وہ سامنے والوں کے سر کے اوپر سے گزر سکے اور میں اتنا زبردست کھلاڑی بھی نہیں تھا کہ گلّی سو گز یا اس سے بھی آگے سامنے والوں کے اوپر سے گزر جاتی۔
لیکن میں نے اپنے دوستوں کو کبھی چوٹ نہیں پہنچائی۔

کشتی

کشتی ہندستان کا بہت پرانا کھیل ہے پرانے زمانے میں راجا مہاراجا لڑائی چاہے نہ لڑتے ہوں لیکن اپنے کشتی بازوں کو مقابلے کے لیے بھیج دیتے تھے۔ جو بھی پہلوان اپنے دشمن کو ہرا دیتا تھا وہ راجا کی طرف سے جیتا ہوا مانا جاتا تھا۔ صدیوں سے کشتی اپنا جسم مضبوط رکھنے کے لیے ضروری مانی جاتی تھی۔

بازووں کو جکڑنا، پیٹ اور پیر سے دشمن کو پکڑنا اور اسے چت کر دینا بہت ہی ضروری ہوتا تھا۔ داؤپیچ میں ہارے کہ گئے۔ اس کے لیے کافی طاقت کی ضرورت ہوتی تھی۔ طاقت کے بل پر ہی حریف کو چتّ کیا جاسکتا تھا۔ جب حریف پیٹ کے بل پتھرّ کی طرح الٹا ہو جاتا تھا کہ اسے اٹھانا مشکل ہو جاتا تھا۔ جو اچھا پہلوان ہوتا تھا وہ مکھّن دودھ اور کاجو کھاکر اپنے جسم کو ایسا بنا لیتا تھا کہ گھنٹوں سامنے والے سے لڑسکے۔

اکھاڑے کی مٹّی اور پسینے سے بھیگے ہوئے جسم کو بہتے پانی سے دھونا اور نہانا ایک ایسا تجربہ ہے جو ہمیشہ یاد رہے گا۔

کبڈّی

میں تقریباً چودہ سال کا تھا جب میں نے اس اسکول سے امتحان پاس کیا جو دادا قسم کے لوگوں کا اسکول تھا۔ مجھے کبڈّی کی ٹیم میں شامل کر لیا گیا۔

کبڈّی ایسا کھیل ہے جس میں جسمانی طاقت ضروری ہے سانس روکنے کی مشق، پھرتی اور کھیل کے داؤ پیچ کا جاننا لازمی ہے۔ کبڈّی کھیلنا بالکل جنگ لڑنے کی طرح ہے۔

بیچوں بیچ ریت پر یا نرم زمین پر ایک لکیر کھینچ دی جاتی ہے۔ دونوں ٹیمیں جس میں پانچ، دس یا اور زیادہ لوگ شامل ہوتے ہیں، لکیر کے ادھر ادھر کھڑے ہوجاتے ہیں۔ ایک طرف کی ٹیم کا لڑکا مقابل جماعت کے لڑکوں کی لکیر کو پار کرکے اس طرف جاتا ہے اور کبڈی۔ کبڈی بولتا رہتا ہے۔

اگر وہ ایک یا دو لڑکوں کو کبڈّی۔ کبڈّی کہتے ہوئے چھولیتا ہے تو وہ آؤٹ مانا جاتا ہے جس کو چھوا گیا ہے۔ اسے چھونے والا لڑکا اپنی ٹیم میں واپس آجاتا ہے۔

پھر دوسری ٹیم کا لڑکا اس پار جاتا ہے لیکن اگر وہ کھلاڑی مقابل کی ٹیم کے کسی کھلاڑی یا کھلاڑیوں کے ہاتھوں پکڑا جائے اور واپس لکیر تک نہ پہنچ سکے تو وہ لڑکا آؤٹ مانا جاتا ہے اور اگر وہ لکیر تک پہنچ جائے تو دوسری ٹیم میں اس کو چھونے والا یا چھونے والے سب لڑکے آؤٹ ہوجاتے ہیں۔

پھر پہلی ٹیم کا کھلاڑی دوسری ٹیم کی حدود میں جاتا ہے۔ کبڈّی جیتنے کے لیے ضروری ہے کہ ایک ٹیم دوسری ٹیم کے سبھی کھلاڑیوں کو آؤٹ کردے۔

میں کمزور تھا لیکن زیادہ دیر تک آؤٹ نہ ہونے کے لیے میں نے سانس روکنے کا طریقہ سیکھ لیا تھا اور مجھ میں کھیلنے کی ہمّت بھی آ گئی تھی۔

کبڈّی کے میدان سے باہر جن کی میں نے بےعزتی کی تھی، ان کے لیے یہ بہتر موقع تھا کہ مجھ سے بدلا لے سکیں۔

پتنگ بازی

مجھے بچپن میں پتنگ بازی کا بہت شوق تھا۔ مجھے بڑا مزا آتا تھا جب اوپر بہت اوپر آسمان میں رنگ برنگی پتنگیں اُڑتی تھیں۔

پتنگ بازی میں بڑی ہوشیاری کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کھیل میں خرچ بھی کم نہیں ہوتا۔ اس لیے جب تک بچّہ تھا میں صرف تماشائی تھا اور دوسروں کی کٹی ہوئی پتنگ کو پکڑنا ہی ٹھیک سمجھتا تھا جو پینچ کھا کر کٹ کر گرجاتی۔

پتنگیں کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ کچھ گولائی لیے ہوئے اور کچھ چوکور اور کچھ دو گول شکلوں میں جڑی ہوتی ہیں۔

پتنگ بنانے میں اچھے کاغذ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ پتنگ کو دو بانس کی تیلیوں سے سیدھا باندھا جاتا ہے۔ پھر کمان کی طرح ایک تیلی اس پر باندھی جاتی ہے۔ پتنگ کو تیلیوں پر چپکا دیا جاتا ہے۔ اوپر سے تین انچ کے قریب اور نیچے سے چار انچ مانجھا باندھا جاتا ہے جو تکون کی شکل میں ہوتا ہے یہ پتنگ چرخی میں سینکڑوں گز لمبے لپٹے ہوئے مانجھے سے باندھ دی جاتی ہے۔ مانجھا پسے ہوئے شیشے اور سریش سے بنایا جاتا ہے۔ چرخی ایک

لڑکے کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو اسے گھماتے ہوئے ڈور چھوڑتا جاتا ہے اور استاد پتنگ کو اوپر چڑھاتا جاتا ہے۔

پتنگ آسمان میں ہوا کے بھروسہ پر ہی ٹھیک ٹک پاتی ہے۔

یہ بھی ہوا ہے کہ مجھ سے بڑے نے ڈور میرے ہاتھ میں اس وقت دے دی جب وہ آسمان میں کافی اوپر اٹھ گئی تھی۔ ڈور کو تھام کر پتنگ کو خوب اوپر اڑانے میں بہت مزا آتا ہے۔ لیکن کئی بار اس سے اور شیشہ لگے مانجھے سے میری انگلیاں کٹ جاتی تھیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنی پسند کی اچھی پتنگ خریدنے کے لیے پیسے نہیں ملتے تھے۔ اور جب میں اپنی پتنگ خریدتا تھا تو وہ پتنگ گاؤں کی جھونپڑیوں سے اوپر بھی نہیں چڑھتی تھی۔ اگر کبھی تیز ہوا میں میں اپنی پتنگ اڑا لیتا تھا تو یہ بھی ہوتا تھا کہ ایک دم میری پتنگ کٹتی تھی اور دوسرے اسے لوٹ لیتے تھے۔

چھپّا چھپّی

اسے دو بچے کھیلتے ہیں۔ ایک کے پیچھے ایک بھاگتے اور پکڑتے ہوئے۔
پہلا بچہ دوڑ کر لکڑی کے دروازے یا کنڈی یا متھے کو چھولیتا ہے اور پھر اگلے دروزے تک دوڑ لگاتا ہے تاکہ وہ پکڑا نہ جائے۔
اس طرح وہ ایک سے دوسرے دروازے تک دوڑ لگاتا ہے جب تک کہ وہ دروازے کو نہ چھونے کی وجہ سے پکڑ نہ لیا جائے۔
ہوشیار بچہ بھاگتے ہوئے گلی بازار کے بیچ میں آنے والے موڑتوڑ سے بچتا ہوا نکل جاتا ہے۔
ہوتا یہ ہے کہ پکڑنے والا جب ساتھی کو پکڑ لیتا ہے تو پکڑ میں آنے والا پکڑنے والا بن جاتا ہے۔

جھولا جھولیں

برسات شروع ہونے پر ساون کے مہینے میں اپنے گھروں کے آس پاس لڑکیاں پیڑ پر جھولا ڈال لیتی ہیں۔ ایک لڑکی جھولے پر بیٹھتی ہے اور دوسری پینگ دیتی ہے۔ جو لڑکی جھولے پر بیٹھی ہوئی ہوتی ہے وہ بھی جھولے کو زور سے پینگ مار کر اوپر چڑھاتی ہے اور سارے وقت گیت گاتی رہتی ہے۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بڑی لڑکی اپنے سے چھوٹی کو گود میں لے لیتی ہے اور کبھی بہت اونچی اونچی اڑان بھرتی ہے۔ چھوٹی کو وہ چھاتی سے چمٹا لیتی ہے کیوں کہ بچی پینگوں سے ڈر جاتی ہے۔ جو جھولے میں سب سے اونچی پینگ مارتی ہے، اسی کی جیت ہوتی ہے۔
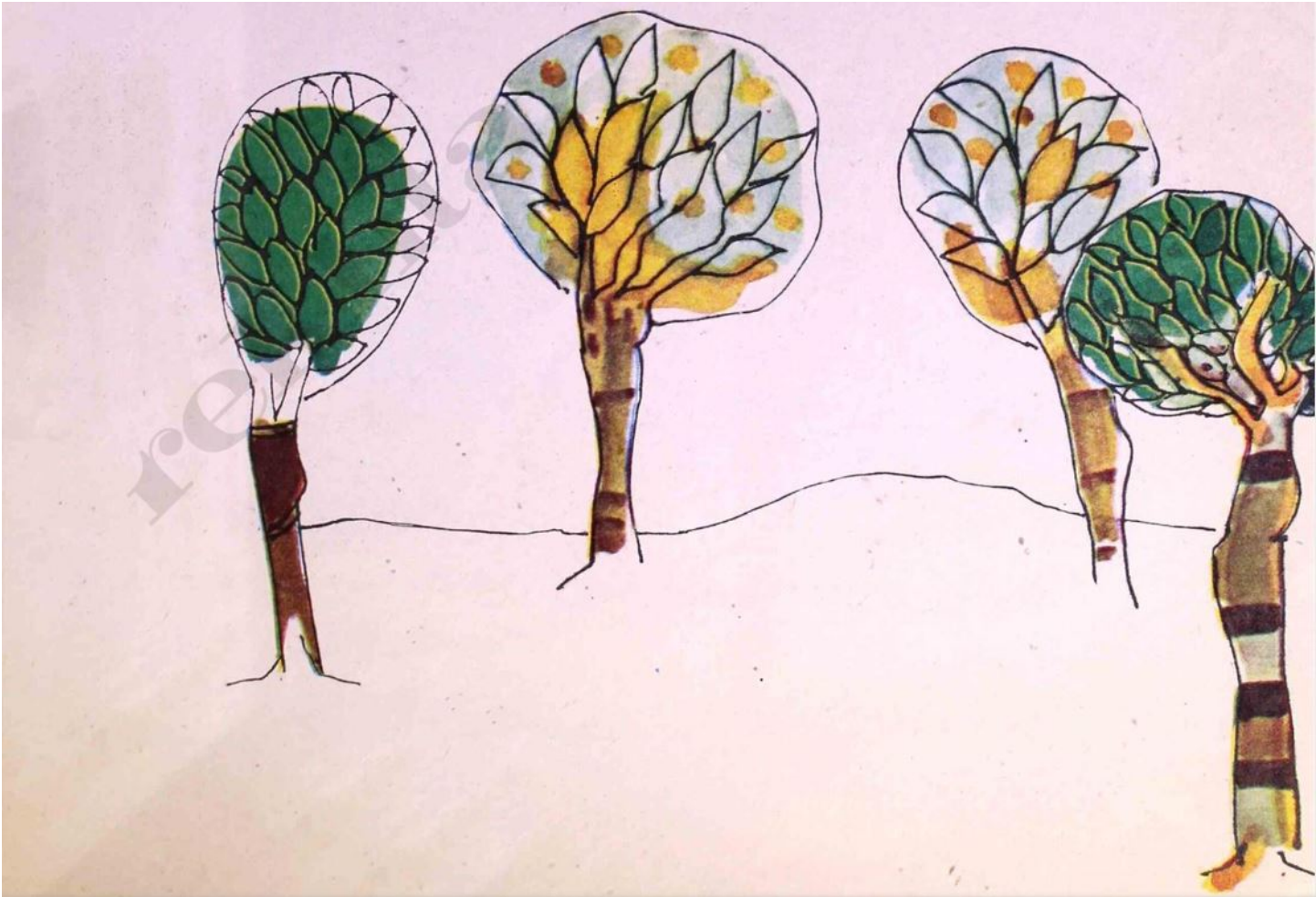
نیشنل بک ٹرسٹ ، انڈیا
قیمت = 2.50